اکائی ۱: جاہلی شاعری امتیازات اور خصوصیات

اکائی کے اجزاء

۱۔۱ مقصد

۱۔۲ تمہید

۱۔۳ شعر کی تعریف

۱۔۴ عرب میں شعر کی ابتدا

۱۔۵ عربی شاعری غنائی ہے

۱۔۶ عربوں کے نزدیک شعر کی اہمیت

۱۔۷ جاہلی زمانہ کی شاعری کی امتیازی خصوصیات

۱.۷.۱ جاہلی دور میں شاعری کے اصناف واغراض۔

۱۔۷۔۲ جاہلی دور میں شاعری کی معنوی خصوصیات

۱۔۷۔۳ جاہلی شاعری کی لفظی خصوصیات اوراسلوب بیان

۱۔۸ خلاصہ

۱۔۹ نمونے کے امتحانی سوالات

۱۔۱۰ سفارش کردہ کتابیں

۱۔۱ مقصد

اس سبق کا مقصد طلبہ کو جاہلی شاعری کی امتیازی خصوصیات اور خوبیوں سے متعارف کرانا ہے، چونکہ جاہلی شاعری عربی ادب میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے اور اپنے بعد کے ادوار کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے اس لئے اس دور کے شاعری مزاج کو سمجھنا اور اس میں رائج اغراض شعری واصناف اور ان کی لفظی ومعنوی محاسن پر مطلع ہونا عربی ادب کے طالب علم کے لئے از حد ضروری ہے۔

۱۔۲ تمہید

عرب میں شاعری کی ابتداء کب ہوئی اس سلسلے میں کتب تاریخ خاموش ہیں، البتہ عربی ادب کے معروف ناقد جاحظ کے مطابق عرب میں شاعری کی تاریخ ظہور اسلام سے قریب ڈیڑھ سو سال پرانی ہے کیونکہ شاعری کے جو نمونے ہم تک پہنچے وہ بلکل پختہ اور اعلی قسم کی شاعری تھی جو اس بات کی غماز ہے کہ شاعری کی ابتداء کم سے کم اس زمانے میں تو نہیں ہوئی جس زمانے کی شاعری ہم تک پہنچی بلکہ تب تک عربی شاعری اپنی نشو ونما کے کئی ادوار دیکھ چکی تھی اور مستقل فن کی صورت اختیار کر چکی تھی۔

عرب ابتداء ہی سے شعر وشاعری کے دلدادہ تھے، لکھنے پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے شاعری ہی وہ واحد ذریعہ تھی جس سے وہ اپنی تاریخ اور اپنے آباء واجداد کے کارناموں کو محفوظ کر سکتے تھے کیونکہ نثر کے بجائے نظم میں چیزوں کو یاد رکھنا زیادہ آسان تھا اس لئے مختلف اغراض کے ساتھ ساتھ جاہلی شاعری کی ایک تاریخی حیثیت بھی ہے جو اسے دیگر زمانوں کی شاعری سے ممتاز کرتی ہے مزید برآں جاہلی شاعری کی اپنی امتیازی خصوصیات بھی ہیں اور لفظی ومعنوی محاسن بھی، جس نے اس دور کی شاعری کو دوام اور خلود بخشا ہے۔

۱۔۳ شعر کی تعریف

لفظ شعر کا مطلب کسی چیز کا علم یا ادراک وشعور ہے۔ بعض علماء کے نزدیک شعر عبرانی لفظ ''شیر'' سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ مقدس گیت یا بھجن کے ہیں۔

اصطلاحی اعتبار سے شعر موزون اور مقفی کلام کو کہتے ہیں، جسے قصدا وارادۃ کہا گیا ہو نیز اس میں نازک خیالی اور لطیف جذبات و احساسات کی عکاسی بھی ہو۔ قصد وارادہ کی قید اس لیے ضروری ہے کہ بعض کلام باوزن اور مقفی ہوتے ہیں۔ لیکن مقصود شاعری نہیں ہوتی علی سبیل المثال قرآن کریم کی بہت سی آیات وزن اور قافیہ کے اعتبار سے شعر کا حصہ بن سکتی ہیں۔ لیکن چونکہ قرآن کریم شعر نہیں، اور نہ ہی اس کا مقصد شعر گوئی ہے؛ اس لیے اس پر شعر کی تعریف صادق نہیں آئے گی۔ جذبہ وخیال واحساس کی قید اس لیے ضروری ہے تاکہ نظم محض کو شعر کی تعریف سے جدا کیا جا سکے، جس میں کسی حقیقت کو نظم کیا گیا ہو مگر احساسات وجذبات کی ترجمانی نہ ہو گویا کہ شعر وہ فصیح وبلیغ کلام ہے ، جس میں وزن کے علاوہ نادر اور اچھوتے خیالات اور لطیف جذبات واحساسات کی عکاسی اس طرح کی گئی ہو کہ انسان کے دل ودماغ پر براہ راست اس کا اثر پڑے۔

۱۔۴ عرب میں شعر کی ابتداء

عربی شاعری کی ابتدا کے تعلق سے کئی قیاس آرائیاں کی گئی ہیں۔ ایک قیاس یہ ہے کہ ابتدائی اوزان رجز کے تھے جو غالباً پہلے پہل حدی خوانوں کے لیے استعمال ہوئے اور ان کی تفعیلات یا اوزان شعری کو اونٹوں کے آہنگ قدم سے اخذ کیا گیا، اور ایک قیاس یہ بھی ہے کہ شعر کی ابتدا سجع سے ہوئی جسے عام طور پر کاہن یا حکیم و دانشوران قوم کہا کرتے تھے پھر رفتہ رفتہ رجز کا وجود ہوا جس کے ذریعہ عرب قوم حکمت و فلسفہ کی باتیں زبانی یاد کر لیتے، سجع و مقفی ہونے کی وجہ سے یاد رکھنے میں سہولت ہوتی پھر رفتہ رفتہ قافیہ کے ساتھ دیگر اوزان وجود میں آئے، جس نے آگے چل کر قصیدے کی شکل اختیار کر لی۔

کہتے ہیں حضر بن نزار اپنے اونٹ سے گر پڑا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، لوگ جب اسے اٹھا کر لے چلے تو شدت تکلیف سے اس نے چلا کر کہنا شروع کیا وایداہ! وایداہ! یعنی ہائے میرا ہاتھ ہائے میرا ہاتھ، آدمی خوش گلو تھا۔ چنانچہ جب اس کے منھ سے ایک خاص زیر و بم اور خاص وقفہ سے یہ الفاظ نکلنے لگے جن میں تکلیف و درد کی وجہ سے سوز بھی پیدا ہو گیا تھا۔ تو اونٹوں نے انہیں غور سے سنا اور آواز کے پیچھے تیز چلنے لگے۔ اس سے عربوں کو پہلی مرتبہ اندازہ ہوا کہ اس طرح کی آواز اس انداز سے نکالی جائے تو اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مضر کے جملے کے مطابق ھایدا ھایدا کی آواز منہ سے نکالی اور محسوس کیا کہ اونٹوں پر اچھا اثر ہوتا ہے اس لئے اس کا رواج پڑ گیا اور اس طرح آواز پیدا کر کے اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے ''حدی خوانی'' کی اصطلاح بنی جو رجز کہلاتی ہے رجز کے لفظی معنی ہیں اونٹ کا چلنا اور اس کا ہلنا۔

پھر رفتہ رفتہ دوسرے اوزان وجود میں آئے اور بحر کا چلن ہوا اور شعراء نے کوشش کی کہ مروجہ بحروں میں سے ان بحروں میں شعر کہیں جن میں موسیقیت کا پہلو غالب ہو یوں قصیدے کی شروعات ہوئی اور شعر کی مختلف اصناف وجود میں آئیں۔

۵۔۱ عربی شاعری غنائی ہے

بنیادی طور پر شعر کو تین انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے، رمزیہ یا قصصی شاعری، غنائی شاعری، تمثیلی شاعری۔ رزمیہ شاعری میں نظم کی صورت میں قدیم سورماؤں اور قدیم دیوی دیوتاؤں کی طویل داستان اور حکایت بیان ہوتی ہے، جب کہ تمثیلی شاعری سماج کی خوبیوں و خرابیوں اور زندگی کے نشیب و فراز کو ڈرامائی شکل یا ناٹک کی صورت میں پیش کرتی ہے، جس میں شاعری کے ساتھ ساتھ حرکت و عمل کا بھی دخل ہوتا ہے۔ رہی غنائی یا وجدانی شاعری تو یہ جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتی ہے، جس میں شاعر اپنی قلبی واردات کو بیان کرتا ہے اور اس میں شخصی و اجتماعی دونوں طرح کے احساسات و جذبات کارفرما ہوتے ہیں۔

قدیم عربوں کی شاعری میں رمزیہ اور تمثیلی شاعری کی مثال خال خال ہی نظر آتی ہے۔ ان کی زیادہ تر شاعری مدح و ہجو، فخر و حماسہ، عشق و محبت، صحراء و بیابان کی منظر کشی، جانوروں کا وصف اور پر مغز اقوال پر مشتمل ہے۔ جو تمام کی تمام غنائی شاعری کا حصہ ہے۔

اس لیے یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ قدیم عربوں کی شاعری غنائی ہے، جس میں وہ اپنے جذبات و احساسات الفاظ کے سانچہ میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں، جس میں ان کی فطری سادگی اور برجستگی ملتی ہے، الفاظ و اسلوب میں صحراؤں کی وسعت اور پہاڑوں کی صلابت محسوس ہوتی ہے۔

۱۔۶ جاہلی زمانہ میں شاعری کی اہمیت

جاہلی زمانہ میں شاعری کی بڑی اہمیت تھی، شعرنشر واشاعت کا مؤثر ذریعہ سمجھا جاتا تھا، لوگ شعراء کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اوران کی باتوں کودھیان سے سنتے تھے؛ کیونکہ شعراء ان کے قبائلی مفاخر کو گنگناتے تھے، ان کی خوبیوں اور بھلائیوں کا تذکرہ کرتے تھے ساتھ ہی دشمن قبائل کی ہجو بھی کہتے تھے، فخر ومباہات اور جنگ کے موقع پر شعراء کی اہمیت اور بڑھ جاتی تھی کیونکہ شاعر اپنے اشعار اور قوت بیانی سے فوجوں میں ایک نئی روح پھونک دیتا تھا اور وہ اور جوانمردی سے دشمنوں کا مقابلہ کرتے۔ اسی لئے جب کسی قبیلہ میں شاعر پیدا ہوجاتا تو وہ خوشی کے شادیانے بجاتے، پکوان پکاتے اور سارے قبائل کو دعوت دیتے تھے۔

ابن رشیق نے لکھا ہے کہ جب کسی عربی قبیلہ میں کوئی شاعر پیدا ہوجاتا تو دوسرے قبیلے اس کے پاس آتے، اور اہل قبیلہ کو مبارک باد دیتے تھے، پکوان پکائے جاتے اور عورتیں دف بجاتیں، جس طرح شادی بیاہ کے موقعوں پر کرتی ہیں اور چھوٹے بڑے سب اس خوشی میں شامل ہوتے اس لئے کہ یہ شاعر ان کی عزتوں کا ضامن ہوتا اور دشمنوں سے مقابلے کے وقت ان کا دفاع کرتا، ان کے مفاخر اور کارناموں کو دوام بخشتا اور ان کی تعریف میں قصیدے کہہ کر ان کو رفعت و بلندی عطا کرتا تھا، اس لیے عربوں کا دستور تھا کہ وہ صرف تین موقعوں پر مبارکباد دیتے تھے ایک تو اس وقت جب کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا یا کوئی شاعر ابھرتا یا کوئی اصیل گھوڑی بچہ دیتی۔

جاہلی زمانہ میں شعر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ محض ایک شعر کے کہہ دینے سے عزتیں بگڑ جاتی تھیں اور بگڑی ہوئی عزتیں بحال ہوجاتی تھیں یہی وجہ ہے کہ ہر قبیلہ شاعر کی خوشامد کرتا اور اس کی ضیافت اور خاطر داری میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا۔ کیونکہ قبائل کی عزت ان کے شعرا کے ہاتھ میں ہوتی تھیں جس قبیلہ کی شان میں شاعر کوئی قصیدہ کہتا تو وہ آنا فانا سارے قبائل میں پھیل جاتا اور عرب کی ساری محفلوں اور بیٹھکوں میں اس کا تذکرہ ہوتا اور اس قبیلے کے لوگ سر اٹھا کر چلتے تھے یونہی اگر کوئی شاعر کسی قبیلہ سے بدظن ہوکر اس کی برائی میں کوئی شعر کہتا تو دیکھتے ہی دیکھتے اس قبیلے کی ہجو ہر خاص وعام کی زبان زد ہوجاتی اور سر کو اونچا کر کے چلنے والے لوگ اپنی گردنیں جھکا کر چلتے۔

اس کی مثال حضرت حسان بن ثابت کے اس واقعہ میں ملتی ہے جو بنی عبد عدان کے ساتھ پیش آیا جو اپنی قدآوری اور تندخوئی پر فخر کیا کرتے تھے۔ حضرت حسان کے اس شعر کی وجہ سے جو ان کی ہجو میں کہا تھا ان کی یہ خوبی برائی میں بدل گئی، وہ شعر یہ ہے۔

لا باس بالقوم من طول و من غلظ   جسم البغال و احلام العصا فیر

ترجمہ: یعنی اگر یہ لوگ صحتمند اور طاقتور جسم والے ہیں تو کوئی خاص بات نہیں کیونکہ ان کے جسم خچروں کے اور عقلیں چڑیوں جیسی ہیں۔

چنانچہ بنی اعدان کے کچھ لوگ حضرت حسان کے پاس آئے اور بولے اے ابوالولید! آپ نے ایسا کردیا کہ ہمیں اپنے تنومند جسم کا ذکر کرتے ہوئے شرم آرہی ہے۔ جبکہ ہم انہیں جسموں پہ فخر کیا کرتے تھے۔ حضرت حسان نے کہا کہ میں پھر سے سب کچھ ٹھیک کردوں گا اور چند اشعار ان کی تعریف میں کہے اور ان کی تنومندی کی تعریف کی، جن سے ان کی عزت پھر سے بحال ہوگئی وہ اشعار یہ ہیں

وقد کنا نقول اذا رأینا   لذی جسم یعد وذی بیان

کا نک ایھا المعطی لسانا　　　　وجسما من بنی اعدان

ترجمہ: جب ہم کسی خوش بیان اور خوبرو آدمی کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے اے وہ شخص جو تنومند اور خوش کلام ہے، معلوم ہوتا ہے تو بنی اعدان سے ہے۔

اس طرح کے واقعات تاریخ کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ شعراء اپنے قبائل کے درمیان بے تاج بادشاہ ہوتے تھے، ان کو اپنے معاشرے میں وہ حیثیت حاصل تھی جو کسی بادشاہ کو میسر نہ تھی۔

جاہلی زمانہ میں شعر اور شعرا کی اہمیت کا اندازہ ان خرافاتی قصے اور کہانیوں سے بھی لگایا جا سکتا ہے جن میں شعراء کو مافوق الفطرت مخلوق باور کرایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ ہر شاعر کے ساتھ ایک شیطان اور جن وابستہ ہوتا ہے۔ جو شاعر کی زبان سے بولتا ہے۔ تاہم اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شاعری اس دور میں نشر و اشاعت کا مؤثر ترین ذریعہ تھی اس لئے فطری طور پر اس کی اہمیت تھی اور ہجو کے خوف اور مدح کی خوائش کے سبب شاعر کی خوشامد کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ شاعری اہل عرب کے لیے ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی تھی، جن میں ان کی ثقافتی و معاشرتی اقدار، ان کے انساب و مفاخر کا ذکر تھا، اسی لئے کہا جاتا تھا ''الشعر دیوان العرب'' یعنی شعر عربوں کا دستاویز یا روزنامچہ ہے۔

۱۔۷ جاہلی زمانہ کی شاعری کی امتیازی خصوصیات

جاہلی زمانہ کی شاعری گوناگوں خصوصیات کی حامل ہے جن میں ان کی فطری سادگی اور برجستگی، الفاظ کا حسن انتخاب، موضوعات میں تنوع، معانی و مطالب میں گہرائی اور اصناف اغراض میں تعدد بھی ہے اور مخصوص اوزان قوافی کا حسن امتزاج بھی، ساتھ ہی موسیقی اور نغمہ سنجی کا حسن استعمال بھی، جو جاہلی زمانہ کی شاعری کو دیگر ادوار کی شاعری سے ممتاز کرتا ہے اور انہیں خوبیوں کے باعث اس دور کے شعراء کو شاعری کا استاذ اور خلاق تسلیم کیا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل سطور میں جاہلی زمانہ کی انہیں خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱.۷.۱ جاہلی شاعری کی اصناف واغراض

جاہلی زمانہ میں شعراء نے اپنے ماحول اور طبعی میلان و سماجی تقاضوں کے مطابق مختلف اصناف واغراض میں طبع آزمائی کی ہے۔ جن میں غزل، وصف مرثیہ اور فخر و حماسہ اور ہجو سرفہرست ہیں، جن کے ذریعہ شاعر اپنے احساسات کی ترجمانی کرتا تھا اور جذبات کو ایک لطیف پیرایہ کی شکل دیتا تھا، جس میں اس کی سادگی اور فطری آزادی اور بدوی زندگی کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے، مخصوص حالات کی وجہ سے جاہلی زمانہ کی شاعری کے تمام نمونے ہم تک نہیں پہنچ سکے تاہم بعض اصناف واغراض کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

غزل:

جاہلی زمانہ کی سب سے مشہور صنف غزل ہے جس کا موضوع اور محور عورت تھی غزل یا تشبیب کا معنی عورتوں سے دل لگی کرنا اور ان سے باتیں کرنا ہوتا ہے، ادبی زبان میں غزل نظم کی وہ صنف ہے جس میں حسن و عشق کے تذکرے، محبوب کے خدوخال کی تعریف، اس کے

ظلم وستم، ہجر وفراق کی تڑپ اور وصال کی آرزو بھی ہو جس میں خزاں و بہار، یاس و امید، اور غم اور شادی کا ذکر ہو۔ چونکہ عرب قبائل، خانہ بدوشی کی زندگی گزراتے تھے چارہ و پانی تلاش میں ادھر ادھر آیا جایا کرتے تھے، اس طرز زندگی میں مختلف قبائل کی عورتیں اور مرد آپس میں ملتے تھے اور حسن عشق کے قصے پروان چڑھتے تھے اس لیے ان میں غزل گوئی کا شوق پیدا ہونا فطری تھا، یہی وجہ ہے کہ غزل ان کے قصائد کا آغاز سخن تھی جن میں جاہلی شاعر اپنی محبوبہ کے محاسن بیان کرتا تھا اس کی لمبی گردن، رخسار، آنکھوں، اور زلفوں کا منفرد انداز اور نادر تشبیہات کے ساتھ نقشہ کھینچتا تھا اور کبھی اس کے اچھے اخلاق و کردار کی تعریف کرتا تھا۔

عورت کی اس حیثیت کی بنا پر ایک لمبے زمانے تک وہ غزل کا موضوع رہی، اور ہر قصیدہ کی ابتداء اسی غزل سے ہوتی، یہی حال زمانہ اموی و عباسی تک رہا، عصر عباسی میں پہلی دفعہ بعض شعراء نے عورت کی جگہ شراب و شباب کی مجلسوں سے قصیدہ کی ابتداء کی پہل کی جن میں عباسی دور کا مشہور زمانہ شاعر بحتری پیش پیش تھا۔ لیکن یہ کوشش محدود تھی، روایت پسند شعراء آج بھی عورت کو غزل کا محور سخن مانتے ہیں اور اپنے قصیدے کی ابتدا اسی قسم کی غزل سے کرتے ہیں۔

زمانہ جاہلی میں رائج اس غزل کے کئی پہلو تھے جن میں شاعر اپنے محبوبہ کے اجڑے ہوئے دیار کا ذکر کرتا اور اس کے ساتھ ان کھنڈرات میں گزرے حسین لمحوں کو یاد کر کے روتا، پھر محبوبہ کے کوچ کر جانے کی داستان سناتا، اور ان کھنڈرات کو دیکھ کر محبوبہ سے ملنے کی شدید خواہش کا اظہار کرتا پھر انہیں حسرتوں کے ساتھ قصیدے کی باقی ماندہ اغراض کی طرف متوجہ ہوتا جس میں اس کی سواری کا وصف اور صحراء کی منظر کشی شامل ہے۔

ڈاکٹر طہ حسین کے مطابق جاہلی شعراء اپنی غزلیہ شاعری میں لطیف احساسات اور پاکیزہ جذبات کی عکاسی نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کی غزل حسی ہوتی تھی جس میں عورت کے سراپا کا نقشہ کھینچا جاتا تھا اور اعضاء جسم کی دل کھول تعریف کی جاتی تھی ان کے یہاں غزل میں لطیف بیانی اور نازک خیالی خال خال نظر آتی ہے۔ غزل کا محور عورت ضرور تھی لیکن اس کی بنیاد جنسی جذبات پر ہوتی تھی، ان کے جذبات و احساسات جنسیت زدہ ہوتے تھے جس میں جنسیت ولذت کا پہلو نمایاں رہتا جس کی واضح مثال امرؤ القیس کی شاعری اور اس کی غزل ہے جس میں عورت کے اعضاء اور اس کے مفاتن کا تذکرہ خوب ہے لیکن پاک بازی وعفت کا پہلو کمزور ہے۔

ڈاکٹر طہ حسین کی بات سے مکمل اتفاق نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ امرؤ القیس اور اس جیسے شعرا کے یہاں عورت صرف لذت کا سامان تھی لیکن کچھ ایسے شعراء بھی ملتے ہیں جن کی غزل میں پاک بازی وعفت کا عنصر نمایاں تھا اور ان کی شاعری میں جذبات کے ساتھ ندرت خیال اور رفعت خیال بھی ہے جیسے شنفری اور مرقش اکبر کا غزلیہ کلام۔

حاصل یہ ہے کہ جاہلی زمانے کے غزلیہ کلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک غزل حسی: جس میں عورت کے سراپا اور اعضاء کا ذکر ہے اور لذت وجنسیت کا پہلو غالب ہے۔ دوسری غزل عفیف: جس میں حسی کے بجائے معنوی پہلو پر زیادہ زور ہے، خیالات کی پاکیزگی اور احساسات کی صحیح ترجمانی ہے۔

جاہلی دور میں غزل کے نمونے:

فخر وحماسہ:

بروکلمان کے قول کے مطابق یہ صنف عرب قبائل میں سب سے زیادہ رائج اور ذائع وشائع تھی اسی لیے جب عربی شاعری کے انتخابات وضع کیے گئے تو حماسہ کے نام سے زیادہ معروف ہوئے ان میں سب سے زیادہ مشہور حماسہ ابی تمام ہے، کیونکہ عربی کا شاعری کا اکثر حصہ فخر وحماسہ پر مشتمل ہے۔

غزل کے بعد یہ صنف جاہلی شاعری کی اہم ترین اصناف میں سے ایک ہے، جس میں شاعر اپنی ذات اور حسب ونسب پر فخر کرتا ہے اپنے آباء واجداد کی بہادری کے قصے سناتا ہے اور سارے قبائل میں اپنے قبیلے کی بالا دستی کو گناتا ہے، کرم وسخاوت میں پیش رفتگی، اور جنگ وجدال میں اس کی بہادری کے گن گاتا ہے، دوسے قبائل پر اپنی بڑائی بیان کر کے انہیں نیچا دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔

اس صنف کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اکثر فخر وحماسہ کے اشعار جنگ کے موقعے پر گائے جاتے اور یہ جوشیلی شاعری جنگجوں میں ایک نئی روح پھونک دیتی تھی اور وہ اور زیادہ ہمت وجوانمردی کا مظاہرہ کرتے، اسی لیے جنگ کے موقعے پر ہر قبیلہ کا شاعر اس کے ساتھ ہوتا اور فخریہ شعر کہہ کر لڑنے والوں کی ہمت افزائی کرتا۔

فخر وحماسہ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عربی ادب میں حماسہ کے مکمل دیوان مرتب کیے گئے جن میں ابوتمام کا حماسہ بہت مشہور رہا، جو اپنی گونا گوں خصوصیات کی وجہ سے فخریہ شعر کا اہم کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔

جاہلی دور میں فخر وحماسہ کا نمونہ

فلو ان ما اسعی لادنی معیشة ،کفانی ـولم اطلب ـقلیل من المال

ولکنما اسعی لمجد موثل وقد یدرك المجد الموثل امثالی

وما المثر ما دامت حشاشة نفسه بمدرك اطراف الخطوب ولاآل

۱۔ اگر میں ادنی سی گزران کے لیے کوشش کرتا ہوتا تو مجھے اتنا تھوڑا سامان کافی تھا، لیکن میں صرف اتنا کچھ نہیں چاہتا۔

۲۔ لیکن میں تو پائیدار اور دائمی مجد وسروری کے حصول کے لیے کوشاں ہوں میرے جیسے لوگ دائمی مجد وعزت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

۳۔ جب انسان کے جسم میں جان باقی ہے وہ کوشش کے باوجود مصائب اور مشکلات کے سروں اور کناروں کو نہیں پا سکتا۔

مدح:

مدح کا مطلب کسی کی تعریف وتوصیف ہے جس میں شاعر کسی ذی حیثیت شخص یا بادشاہ کی تعریف کرتا ہے اوراس کی کرم نوازی و بہادری اور نیک نامی کے گن گاتا ہے۔ممدوح کے اخلاق فاضلہ کو بیان کرتا ہے اس کی سخاوت وکرم نوازی، عفت و پاکدامنی، بہادری و شجاعت اور عدل وانصاف کا تذکرہ کرتا ہے۔

ابتداء میں یہ مدح خالص ہوتی تھی اور بے جا غلو سے پاک سچائی پرمبنی ہوتی تھی، شاعر کی اپنے ممدوح کی وہ خوبیاں بیان کرتا تھا جو واقعی اس میں ہوتی تھیں جس کی مثال جاہلی شاعر زھیر بن ابی سلمی کا وہ قصیدہ ہے جسے اس نے حارث بن عوف اورھرم بن سنان کی مدح میں کہاہے جن کی کوششوں سے عرب قبائل میں جاری چالیس سالہ خونی جنگ کا خاتمہ ہوا۔

لیکن مدحیہ شاعری کا عروج وارتقاءاس وقت ہواجب بعض شعراء نے شاعری کوحصول جاہ کا ذریعہ بنالیااور بادشاہوں کی تعریف و توصیف میں دل کھول کرقصیدے کہے جس صلہ میں ممدوحین کی طرف سے خوب انعام واکرام سے نوازہ گیاان میں اعشی کا نام قابل ذکر ہے ،اوران بادشاہوں میں سے جن کی شان میں سب سے زیادہ مدحیہ قصیدے لکھے گئے وہ مناذرہ تھے چنانچہ عمرو بن ہند کا دربار عرب شاعروں سے بھرارہتا تھا،اس کی تعریف وتوصیف میں قصیدے لکھنے والوں میں متقب بن عدی،طرفہ بن عبداورسیب بن علی کا نام سرفہرست ہےاور اعشی کے بارے میں شوقی ضعیف کہتے ہیں وہ شاعری کا بادشاہ تھا،شاعری ہی اس کا پیشہ تھی اس نے عرب وعجم کے کسی مشہور شخصیت اور بادشاہوں کونہیں چھوڑا جس کی شان میں اس نے قصیدے نہ کہے ہوں، مدحیہ قصائد کہنے میں نابغہ کا نام بھی سرفہرست ہے جس نے نعمان بن المنذر کی تعریف میں بھی خوب قصیدے کہے جس کا اسے خوب صلہ بھی ملا،کہا جاتا ہے وہ سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا کھاتا تھا۔

جاہلی دور میں مدح کانمونہ:

زہیر بن ابی سلمی ہرم بن منان کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

وابیض فیاض یداہ غمامة　　　　علی معتفیه ماتغب فواضله

اخی ثقة لا یھلك الخمر ماله　　　　ولکنه قد یھلك المال نائله

تراہ اذا ماجئته متھللا　　　　کانك تعطیه الذی انت سائله

۱۔ (ممدوح) نہایت شریف اورسخی ہےاس کے ہاتھ ہمیشہ بادل کے برسنے کی طرح سائلین پرانعامات کی بارش کرتے ہیں اورانعامات کا یہ سلسلہ کبھی نہیں رکتا۔

۲۔وہ خود اعتماد ہے شرابیں اس کا مال ختم نہیں کرسکتیں لیکن سوال کرنے والے اس کا مال ختم کر ڈالتے ہیں۔

۳۔تم جب بھی ان کے پاس آؤ گے اسے شاداں وفرحاں پاؤ گے تمہیں ایسے معلوم ہوگا کہ جیسے تم خود اسے وہ کچھ دے رہے ہو جو اس سے مانگ رہے ہو۔

مرثیہ:

مرثیہ رثاء سے بنا ہے جس کے معنی مردے پہ رونا او آہ وزاری کرنا ہے یہ صنف بھی جاہلی شاعری کا اہم جز ہے جس میں مرنے والے کے خصائص وفضائل کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کی کرم نوازی وشجاعت و بہادری کو یاد کر کے رنج وغم کا اظہار کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر شوقی کے بقول مرثیہ کا تعلق جوشیلی شاعری سے زیادہ ہے۔ جاہلی دور میں شعراء اپنے بہادروں کو فخریہ و جوشیلے قصیدے کہہ کر یاد کرتے تھے تاکہ اہل قبیلہ کو ان کی موت کا بدلہ لینے کے لیے ابھاریں اور ان کے بچھڑ جانے سے گھر وخاندان پہ جو مصیبت آن پڑی ہے اس کا ذکر کرتے اور یہ مرثیہ گوئی چند دنوں کے لیے نہیں ہوتی بلکہ اس وقت تک جاری رہتی جب تک مرنے والے کی موت کا بدلہ نہیں لیا جاتا۔

ابن رشیق لکھتے ہیں کہ جاہلی زمانہ میں جب کوئی کسی کے مرنے پر مرثیہ کہتا تھا تو بڑے بڑے بادشاہوں کی موت، بڑے بڑے ملکوں کی تباہی، عظیم الشان قوموں کی فنا کی مثالیں دیتا، اور ان کے مقابلے میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والے تنومند، پہاڑی بکروں اور جھاڑیوں میں چھپے رہنے والے شیروں اور چٹیل میدانوں میں پھرنے والے زیبروں، گدھوں، عقابوں اور سانپوں کی قوت ودرازی عمر کی طرف توجہ دلاتا، مطلب یہ تھا کہ بڑے اور شریف لوگوں کی عمریں تھوڑی ہوتی ہیں اور جنگلی جانور چرند و پرند بہت دنوں تک جیا کرتے ہیں۔ گویا کہ موت بڑائی کی نشانی ہے اور طول عمر بے مصرف زندگی۔

جاہلی دور میں مرثیہ کا نمونہ:

لبید بن ربیعہ نعمان کا مرثیہ کہتا ہے:۔

الا تسالان المرء ماذا یحاول — الحب فیقضی او ضلال او باطل

اری الناس لا یدرون ما قدر امرھم — بلی کل ذی لب الی اللہ واسل

الا کل شیی ما خلا اللہ باطل — وکل نعیم لا محالۃ زائل

وکل اناس سوف تدخل بینھم — دویھیۃ تصفر منھا الانامل

وكل امرى يوما سيعلم غيبة　　اذا حصلت عندا لاله الحصائل

اذا المرء اسرى ليلة خال انه　　قضى عاملا المرء مادام عامل

فقولا له ان كان يقسم امره　　الما يعظك الدهر؟ امك بابل

فتعلم انى لست مدرك ما مضى　　ولا انت مما تحذر النفس وائل

فان انت لم ينفعك علمك فانتسب　　لعلك تهديك القرون الاوائل

وان لم تجد من دون عدنان والدا　　ودون معد فلتزعك العواذل

ا۔اے دوساتھیوں! تم انسان سے یہ کیوں نہیں سوال کرتے کہ وہ کیا چاہتا ہے کیا وہ کسی مقصد کی تکمیل کر رہا ہے یا محض ضلال و باطل ہی ہے
۔

۲۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ اپنے معاملات سے ناواقف ہیں ہاں البتہ ہر ذی ہوش اپنی لو اللہ سے لگاتا ہے۔

۳۔ ذہن نشیں کرلو! کہ اللہ کے سوا ہر چیز نے فنا ہو جانا ہے ہر نعمت یقیناً زائل ہونے والی ہے۔

۴۔ ہر انسان پر ایک آفت ضرور آئے گی جس سے انگلیاں زرد ہو جائیں گی۔

۵۔اور ہر انسان ایک دن اپنی پوشیدہ زندگی کو معلوم کرلے گا جب اللہ کے ہاں اعمال کے نتائج سامنے آئیں گے۔

۶۔جب انسان رات بھر چلتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنا کام پورا کرلیا ہے حالانکہ انسان تو مرتے دم تک کام میں ہی لگا ہوا ہے۔

۷۔میرے ساتھیوں! اس آدمی سے کہو جو اپنے معاملات کے نظم و نسق میں لگا ہوا ہے تیری ماں تجھے روئے کبھی زمانے نے تجھے گزشتہ واقعات سے ابھی تک سبق نہیں دیا۔

۸۔تاکہ تجھے اتنا معلوم ہو جاتا کہ جو کچھ گزر چکا اسے تو نہیں پا سکتا اور نہ تو اس کھٹکے سے (موت سے) نجات پا سکتا ہے۔

ہجو:

ہجو کہتے ہیں کسی کی برائیوں کو بیان کرنا اور اس کی خامیوں پر عار دلانا عربی قبائل کی آپسی رنجشیں اور لڑائیاں معروف تھیں ہر قبیلہ

اپنے آپ کو سپریم سمجھتا تھا اور دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتا، عرب قبائل ایک دوسرے کا مذاق اڑاتے تھے اور سماج و معاشرے میں ایک دوسرے کی جو حیثیت ہوتی اس کو گرانے کی کوشش کرتے اسی خانہ جنگی میں اس صنف کو خوب فروغ ملا۔

عرب میں لوگ ہجو سے بدشگونی لیتے تھے۔ اور جہاں تک ممکن ہوتا وہ کسی شاعر کی ہجو سے بچتے حتی کہ اگر کوئی کسی کا مال غصب کر لیتا اور دوسرا اس کی ہجو کی دھمکی دیتا تو وہ اس ہجو کے خوف سے غصب شدہ مال واپس کر دیتا۔ چنانچہ مروی ہے کہ حارث بن اسدی نے زہیر کے قبیلہ والوں پر حملہ کر دیا اور ان کے اونٹ اور غلام اٹھا کر لے گیا تو زہیر نے چند اشعار کہے جس میں اس نے حارث کو سخت ہجو سے ڈرایا زہیر کہتا ہے:۔

لیاتینک منی منطق قذع　　　　باق کما دنس القطیۃ الودک

ترجمہ: میں تمہاری ایسے الفاظ سے ہجو کروں گا جو ہمیشہ کے لیے تمہارے کردار کو گندہ کر دینگے جیسے چربی صاف ستھرے سفید کپڑے کو گندہ کر دیتی ہے۔

یہ بات سن کر حارث ڈر گیا اور اس نے لوٹا ہوا سارا سامان واپس کر دیا۔

معذرت:

جاہلی زمانے کی شاعری کا ایک اہم پہلو اعتذار یا معذرت ہے یعنی اپنی غلطی کے لیے اظہار افسوس کرنا اور اپنے اوپر لگے تہمت کے داغ کو صاف کر کے ممدوح کی قربت حاصل کرنا اور ممدوح کے دل میں اس کے لیے موجود کدورت کو ختم کرنا ہے۔

اس صنف میں جاہلی زمانہ کے مشہور شاعر نابغہ ذبیانی کا نام سر فہرت ہے بلکہ کہا جاتا ہے النابغۃ اشعر الشعراء اذا رھب یعنی نابغہ سب سے بڑا شاعر ہے جب وہ خوف و دہشت میں معذرت کی غرض سے شعر کہتا ہے، نابغہ کی معذرت کا قصہ یہ ہے کہ اس کو نعمان بن المنذر کی بارگاہ میں بڑی قربت حاصل تھی، نابغہ بھی بادشاہ کی خوب مدح سرائی کرتا اور بادشاہ بھی خوب داد و دہش سے نوازتا، ایک دن کسی بات سے نعمان بن المنذر نابغہ سے خفا ہو گیا اور نابغہ نے بادشاہ کے حریف غسان کے بادشاہ کی صحبت اختیار کر لی لیکن اس کا دل ابھی بھی نعمان کی بارگاہ سے جڑا ہوا تھا اور وہ پھر سے نعمان سے قرب حاصل کرنا چاہ رہا تھا اسی لئے اس نے نعمان بن المنذر کی تعریف اور اعتذار میں کئی قصائد لکھے بالآخر نعمان نے اسے معاف کر دیا اور پھر سے اس کو اپنا مصاحب بنا لیا، نابغہ کی اعتذار گوئی کو عربی ادب میں کافی شہرت ملی اور اس صنف میں سب نے بالاتفاق اس کا لوہا تسلیم کیا ہے گویا اس کی شاعری اس صنف کی روح ہے بلکہ جب بھی اس صنف کا ذکر آتا ہے صفحہ ذہن پر نابغہ کا نام ابھر کر سامنے آتا ہے گویا نابغہ اور معذرت خواہی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

جاہلی دور میں معذرت کا نمونہ:

نابغہ ذبیانی اپنے قصیدے میں نعمان بن منذر کی مدح کے ساتھ ساتھ اس سے معذرت خوائی بھی کر رہا ہے۔

اتانی ـابیت العن ـ انك لمتنی وتلك التی تستك منها المسامع ب

مقالة ان قد قلت ،سوف اناله وذالك من تلقاء مثلك رائع

لعمری ـوما عمری علی بهین لقد نطقت بطلا علی الارافع

اقارع عوف ،لا احاول غیرها وجوه قرود تبتغی من تجاد ع

اتاك امرو مستبطن لی بغضة له من عدو مثل ذالك شافع

اتاك بقول هلهل النسج کاذب ولم یات بالحق الذی هو ناصع

اتاك بقول لم اکن لا قوله ولو کبلت فی ساعدی الجوامع

۱۔اے بادشاہ سلامت! خدا آپ کا اقبال بلند کرے۔ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے مجھے ملامت کی ہے یہ ایسی خبر ہے جسے سن کر کان بہرے ہو جاتے ہیں۔

۲۔اور مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس کی گرفت کروں گا، آپ جیسے ممدوح کی طرف سے یہ تنبیہ خطرے کا الارم ہے۔

۳۔میری زندگی کی قسم، جبکہ میری زندگی میرے نزدیک کوئی معمولی چیز نہیں۔لیکن یہ سب اقارع کے مجھ پر جھوٹے الزامات ہیں۔

۴۔اقارع سے میری مراد صرف قریع بن عوف کی اولاد ہے اور کسی کی طرف میرا نشانہ نہیں ہے جن کے چہرے بندروں جیسے ہیں اور ان کی تو یہ خواہش رہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ان کے ساتھ لڑائی کرتا رہے۔

۵۔آپ کو یہ جھوٹی بات اس شخص نے سنائی ہے جو دل میں میرے متعلق کینہ چھپائے ہوئے ہے اور اسے اپنے جیسا ایک اور دشمن بطور سفارشی بھی مل گیا ہے۔

۶۔اس نے آپ کے ہاں آ کر جھوٹی بات کو مرچ مسالہ لگا کر بیان کیا ہے اس کی بات میں قطعاً کوئی سچائی یا صحت نہیں ہے۔

۷۔اس نے میرے متعلق ایسی بات منسوب کی ہے اگر میرے ہاتھوں کو ہتھکڑیاں پہنا دی جائیں تو تب بھی میں ایسے الفاظ نہ کہوں۔

وصف:

وصف کہتے ہیں خارج میں موجود کسی چیز کی منظر کشی اس انداز سے کرنا کہ اس کا نقشہ سامع کے ذہن میں واضح ہو جائے اور اس خوبصورتی سے اس تصویر کھینچنا گویا کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس شئی کو دیکھ رہا ہے۔ جاہلی زمانہ شعراء نے شعر کی دوسری اصناف کی طرح وصف میں مستقل طور پر قصیدے نہیں لکھے بلکہ عام طور غزلیہ شاعری کے بعد اس کا ذکر ہوتا ہے، جس میں شاعر کبھی اپنی اونٹنی کا وصف بیان کرتا ہے اور کبھی جنگلی جانوروں کی منظر کشی کرتا ہے۔

اس صنف کی سب سے بڑی خوبی شاعر کی ندرت خیالی ہے اور اس میں جن نادر تشبیہات واستعارات کا استعمال جاہلی شعراء نے کیا ہے یہ انہیں کا خاصہ ہے۔ عربوں نے وصف کی متعدد شکلیں ایجاد کی ہیں، اپنی سواری سے لے کر جنگل و بیابان تک کا نقشہ کھینچا ہے اور اس میں کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے ۔

جاہلی شعراء میں طرفہ بن العبد کو وصف نگاری میں کمال حاصل تھا اور اس نے اپنے معلقہ میں اونٹنی کا جو وصف بیان کیا ہے اور اس میں جس کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے یہ اسی کا خاصہ ہے۔ یونہی اوس بن حجر کی اپنے لامیہ میں تلوار اور ڈھال اور قوس کی تصویر کشی بھی دل آویز ہے۔ ان کے علاوہ جاہلی شعرا نے نبادات و جمادات، چاند، سورج، بادل، بجلی بارش ریت کے ٹیلے اور کھنڈرات کا وصف بھی بیان کیا ہے، عورت کے سراپا کا نقشہ کھینچنے میں جاہلی شعراء نے بڑی باریک بینی دکھائی ہے امرؤالقیس نے اپنی محبوبہ کے مفاتن اور محاسن کا ذکر جس انداز میں کیا ہے وہ بڑا دلکش اور جاذب نظر ہے۔

امروالقیس کہتا ہے:۔

وقد اغتدی والطیر فی وکناتھ	لغیث من الوسمی رائدة خال
تحاماہ اطراف الرماح تحامیا	وجاد علیه کل اسحم هطال
بعجلزة قد اترز الجری لحمها	کمیت کانها هراوة منوال
ذعرت بها سربا نقیاجلوده	واکرعه وشی البرود من الخال
کان الصواراذ تجاهدن غدوة	علی جمزی۔ خیل تجول باجلال
فجال الصوار، واتقین بقرهب	طویل القرا والروق اخنس ذیال
فعادیت منه بین ثور ونعجة	وکان عدائی اذ رکبت علی بالی

۱۔ صبح صبح جب پرندے اپنے گھونسلوں میں ہوتے ہیں موسم بہار کی پہلی بارش سے اگنے والی ہریالی کے لیے جسے تلاش کرنے والے عموماً ناکام رہتے ہیں۔

۲۔ نیزوں کی نوکیں اس کی خوب حفاظت کرتی ہیں اس علاقہ پر پانی سے بھرے ہوئے سیاہ بادل خوب برستے ہیں

۳۔ ایسے مضبوط قدآور گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا ہوں جسے مقابلے کی دوڑ نے چھریرا بنا کر جولاہے کی کھڈی کی اس لکڑی کی طرح کر دیا ہے

جس پر وہ کپڑا بنتا ہے۔
۴۔ میں اس گھوڑے کی بدولت نیل گایوں کے ریوڑ کو گھبراہٹ میں ڈال دیا، جن کی کھالیں نرم وصاف اور ٹانگیں دھاری دار تھیں۔

۵۔ جب وہ گائیں بھاگتی تھیں تو ایسے دکھائی دے رہا تھا گویا جھول پہنے ہوئے گھوڑے بھاگ رہے ہیں۔
۶۔ یہ گائیں دوڑ کر ایک لمبے موٹے اور بڑے سینگوں والے، لمبی دم اور چپٹی ناک والے جنگلی بیل کی پناہ میں آ گئیں۔
۷۔ میں نے اس بیل اور نیل گائے کا تیزی سے تعاقب کیا جب میں سوار ہو گیا تو میں نے گھوڑا دوڑانے میں بہت تجربہ کار تھا۔

۲۔۷۔۱ جاہلی دور میں شاعری کی معنوی خصوصیات:

شاعری ایک اہم جز اس کا معنی اور فکر ہے جسے شاعر الفاظ کے قالب میں ڈھال کر پیش کرتا ہے جو شاعر کے جذبات اور احساسات کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے۔

جاہلی زمانہ کی شاعری اپنے معانی کے اعتبار سے ایک معیاری شاعری ہے کہتے ہیں کہ شاعر ابن البیئہ ہوتا ہے چونکہ دور جاہلی میں لوگ بدویانہ طرز اور خامہ بدوشی کی زندگی گزارتے تھے اسی لئے جاہلی شاعری پر بھی بدویانہ انداز نمایاں ہے، جاہلی کی مندرجہ ذیل معنوی خصوصیات ہیں۔

۱۔ جاہلی شاعری کے معانی بہت واضح اور سلیس ہیں جن میں تکلف نہیں ہے اور حقیقت اور واقعیت سے بہت قریب ہیں۔
۲۔ جاہلی شاعری میں غلو اور مبالغہ کی کثرت نہیں ہے ان کی شاعری طبعی ہے اور فطرت سے میل کھاتی ہے۔
۳۔ عرب بدوی زندگی گزارتے تھے اور ان کی یہی طبیعت ان کی شاعری پر غالب تھی اس لیے ان کی شاعری میں نادر تشبیہات دور دراز استعارے، مشکل موضوع نہ کے برابر ہیں اور نہ ان کا فنی ذوق ان کے احساسات اور واقعی چیزوں پہ حاوی ہوتا ہے، ان کی شاعری ان کی زندگی کی حقیقی منظر کشی ہے، ان خصوصیات کے ساتھ جاہلی شاعری کی تاریخی حیثیت بھی ہے جس پر مورخین نے ان کی بدوی زندگی اور رہن سہن کو بتانے اور جنگوں کے حالات وواقعات بیان کے لیے اعتماد کیا ہے اور ان کی شاعری سے استشہاد بھی کیا ہے۔
۴۔ جاہلی شاعری میں ہر شعر مستقل معنی رکھتا ہے اس میں ترتیب اور فکر میں ہم آہنگی نہ کے برابر ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں ایک یہ کہ جو فکر یا خیال ان کے ذہن میں آتا اس کو اپنے اشعار میں باندھ دیتے، کبھی ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف منتقل ہو جاتے اور پھر اس سے تیسرے کی طرف بغیر کسی فکری ہم آہنگی کے، دوسری وجہ یہ تھی کہ اکثر جاہلی شعرا، کسی ایک مجلس میں مکمل قصیدہ نہیں کہتے تھے یا کوئی ایک حادثہ یا واقعہ ان کی مشق نظر نہیں ہوتا بلکہ کئی موقعوں کی مناسبت سے قصیدہ ترتیب دیتے اس لیے معنی وفکر میں تنوع اور متعدد موضوع ہونا فطری تھا۔

لیکن بعض شعراء پورے پورے قصیدے کہنے کے بعد اصلاح کے مرحلے سے گزارتے تھے تاکہ معانی ومطالب با ترتیب ہو

جائیں اور موضوع وفکر میں ہم آہنگی پیدا ہو جنہیں حولیات کہا جاتا ہے، زہیر ابن سلمی کا شمار انہیں شعراء میں ہوتا ہے جو اپنے قصائد کی ترتیب وتہذیب میں پورا سال صرف کرتے تھے اور حذف واضافہ کرتے رہتے تھے۔

دکتور شوقی ضیف کے بقول جاہلی شاعری میں تقلید کا عنصر غالب ہے اور جاہلی شعراء اپنی غزلوں اور مدحیہ شاعری میں ایک ہی جیسے معنی خیال اور تشبیہات کا استعمال کرتے ہیں۔ جو وصف طرفہ نے اپنی اونٹی کا بیان کیا وہی وصف انہیں صورتوں میں دوسرے شعراء کے یہاں ملتا ہے، اور امروالقیس کا کھنڈرات پر اپنی محبوبہ کے فراق میں آہ فغان کرنا تمام شعراء کے درمیان مشترک ہے۔ لیکن معانی کا دائرہ تنگ ہونے کے باوجود عمدہ فکر وندرت خیالی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

۳۔۷۔۱ جاہلی شاعری کی لفظی خصوصیات اور اسلوب بیان

عرب فطری شاعر تھے اس لیے ان کی شاعر بھی فطری اور تکلف سے خالی تھی الفاظ بالکل سلیس اور واضح ہوتے اور معانی سے مطابقت رکھتے تھے، موضوع کے موافق الفاظ کا انتخاب کیا جاتا تھا الفاظ و بیان کے اعتبار سے جاہلی شاعری میں حسب ذیل خصوصیات ملتی ہیں۔

جاہلی شاعری کا ڈھانچہ اور اس کی ترکیب مکمل اور اپنے مدلول کے مطابق ہوتی تھی اور عبارت اپنے معنی کو مکمل طریقہ سے بیان کرتی تھی اور یہ سب ان کی عربی زبان پر قدرت کی وجہ تھا اس لیے الفاظ کا انتخاب موزوں ہوتا تھا اور استعمال کے صحیح موقع ومحل کو خوب سمجھتے تھے۔ جاہلی شعراء بھاری بھرکم اور ثقیل الفاظ کا استعمال کیا کرتے تھے لیکن اس میں نہ تکلف ہوتا تھا اور نہ دقت پسندی بلکہ یہ ان کی بدوی زندگی کا اثر تھا جو ان کی شاعری میں جھلکتا تھا۔

جاہلی شعراء معانی کے ساتھ ساتھ الفاظ میں تقلید کے قائل تھے اسی تکرار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے زہیر کہتا ہے:۔

مااراںا نقول الامعارا   اور معادا من لفظنا مکرورا

جاہلی شعرا نے تشبیہات واستعارات اور مجاز کا استعمال بقدر ضرورت مگر خوب کیا ہے امرءالقیس اور طرفہ کی شاعری میں اونٹنی اور گھوڑا کے وصف میں عمدہ ونادر تشبیہات اور استعارات کا استعمال ان کے کمال فن کی گوائی دیتا ہے۔

جاہلی شاعری میں جناس اور طباق اور مقابلہ کا استعمال دوسرے ادبی عصور کے مقابلے کم ہے جیسے امرءالقیس کا یہ شعر

مکر مقر متصل مدبر معا   کجلمود صخر حطہ السیل من عل

یزل العبد عن حال متنہ   کما زلت الصفو اء بالمتنزل

پہلے شعر میں طباق اور دوسرے میں جناس کا استعمال خوب ہے

جاہلی شاعری کی ایک خصوصیت اس کا پیرایہ بیان ہے جاہلی شعراء الفاظ کا استعمال بہت خوبصورت انداز میں کرتے تھے، تصویر کشی اتنی پر کشش ہوتی کہ نبادات و جمادات میں روح پھونک دیتی، اور شاعر اپنی تنہائی کو بھول کر ان سے باتیں کرتا اور کبھی محبوبہ کے اجڑے

ہوے دیار کو مخاطب کرتا اور اسے اپنی بے بسی کے قصے سناتا اور گزرے ہوئے حسین لمحوں کو یاد کر کے آنسو بہاتا۔

۸۔۱ خلاصہ:

جاہلی شاعری اپنی گوناگوں خصوصیات اور خوبیوں کی بدولت ہر دور میں قابل تقلید نمونہ رہی ہے۔جس میں صداقت، سادگی اور برجستگی ساتھ ہی زبان وبیان کی دلکشی جیسی خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔زمانہ جاہلی کی شاعری صناعت اور لفظی پیچیدگیوں سے پاک اور خشونت اور تکلف سے عاری ہے،جس پر طبعی عنصر اور احساس غالب ہے،اور غلو اور مبالغہ کی کثرت نہیں ہے،ان کی شاعری طبعیت اور فطرت سے میل کھاتی ہے۔حضرت عمر نے زہیر کو سب سے بڑا شاعر اسی لئے کہا کیونکہ اس کے کلام کی خوبی یہ تھی کہ اس میں پیچیدگی نہیں ہوتی،الفاظ نامانوس نہیں ہوتے،اور جب وہ کسی کی تعریف کرتا ہے تو وہ خوبیاں گناتا ہے جو واقعی اس میں پائی جاتی ہیں۔

جاہلی شاعری متنوع مضامین، معانی ومطالب کی گہرائی،اور متعدد اصناف شعری،موسیقی اور نغمہ سنجی کے حسن استعمال جیسی خوبیوں کی وجہ سے عربی زبان وادب میں نمایاں مقام رکھتی ہے،اور اس دور کے شعراء کو عربی شاعری کا خلاق تصور کیا جاتا ہے جن کی تقلید کرنا،اور ان کے مثل شعر کہنا بعد کے شعراء کے نزدیک قابل فخر کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔

جاہلی زمانہ میں شعراء نے اپنے ماحول اور طبعی میلان وسماجی تقاضوں کے مطابق مختلف اصناف واغراض میں طبع آزمائی کی ہے۔جن میں غزل،وصف مرثیہ اور فخر وحماسہ اور ہجو سرفہرست ہیں،جن کے ذریعہ شاعر اپنے احساسات کی ترجمانی کرتا تھا اور جذبات کو ایک لطیف پیرایہ کی شکل دیتا تھا،جس میں اس کی سادگی اور فطری آزادی اور بدوی زندگی کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔

۹۔۱ نمونے کے امتحانی سوالات:

۱۔عربوں میں شعر کی ابتدا کب ہوئی؟

۲۔عربوں کے نزدیک شعر کی اہمیت کیا ہے بیان کریں؟

۳۔عربی شاعری غنائی ہے۔واضح کریں؟

۴۔جاہلی شاعری کی لفظی خصوصیات پر روشنی ڈالئے؟

۵۔جاہلی شاعری کی معنوی محاسن اور خوبیوں کو تفصیل سے ذکر کریں؟

۶۔جاہلی شاعری میں غزل کی اہمیت کو بیان کریں؟

۷۔جاہلی دور میں معروف شعری اصناف کا ذکر کریں؟

۱۰۔۱ مطالعے کے لیے معاون کتابیں:

۱۔العمدۃ فی صناعۃ الشعر ونقدہ ابن رشیق

۲۔تاریخ الادب العربی   حسن زیات
۳۔عربی ادب قبل از اسلام خورشید رضوی